

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْمُنْتَكِبِیْنَ

یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ متکبرین کو پسند نہیں کرتا

اُمُّ الْأَمْرَاضِ

یعنی

تکبر کی مذمت، تکبر کی علامات اور اس کا علاج
مشائخ کے اقوال اور متقی حضرات کے لیے لمحہ فکریہ

از افادات

قطب الاقطاب حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ

مرتبہ

حضرت صوفی محمد اقبال مہاجر مدنی قدس سرہ و رحمۃ اللہ علیہ

خلیفہ اجل

قطب الاقطاب حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب قدس سرہ رحمۃ اللہ علیہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ضروری تمہید و مقصد تحریر

حَامِدًا وَ مُصَلِّيًا وَ مُسْلِمًا اَمَّا بَعْدُ!

قطب ربّانی علامہ عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ:

”جاننا چاہئے کہ بندہ کا اپنی حد سے تجاوز کرنے کا باعث یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی صورت پر پیدا کیا گیا ہے اور چونکہ اللہ تعالیٰ تمام صفات جلالیہ تکبر، بزرگی، عزت و عظمت، شوکت و جلالت سے موصوف ہے تو اس کی صورت (انسان) میں بھی یہ امور ظلی طور پر سرایت کئے ہوئے ہیں“۔

(انوار قدسیہ)

اس لیے ہر انسان شعوری یا غیر شعوری طور پر اپنی بڑائی پسند کرتا ہے اور جہالت کی وجہ سے اس کو اپنے لیے ثابت کرتا ہے، حالانکہ یہ صفات خاصہ خداوندی ہیں اور بندہ کی صفات عجز و انکسار، تواضع و اقتدار و احتیاج ہے جس کو وہ بھولا ہوا ہے، لہذا ہر انسان کو اپنا علاج اور تزکیہ کرانے سے پہلے اپنے کو اس مرض تکبر کا مریض سمجھنا چاہئے، خصوصاً جو حضرات اسلام کے ظاہری احکام کی پوری پابندی کے بعد اللہ کی رضا اور قرب کے لیے ایمان و یقین اور معرفت و احسان کے اعلیٰ مراتب حاصل کرنے کی کوشش میں ہیں، اور چاہتے ہیں کہ ان کے اعمال میں رُوح پیدا ہو اور وہ وزن دار بن جائیں اور حق تعالیٰ ان کو اپنی معرفت بخشیں، وہ احباب اس بات کا یقین کر لیں کہ حق جل و اعلیٰ کی بارگاہ نہایت پاک اور ہر عیب سے غایت درجہ منزہ ہے، اس لیے اس سے

ملنے کا راستہ بھی پاکی اور پاکیزگی چاہتا ہے، معصیتوں کی گندگیوں سے بھرا ہوا شخص اس بارگاہ کے لائق نہیں۔

اس راہ کا طریقہ اخلاق کا سنوارنا، ہمیشہ خدا کی طرف لو لگائے رکھنا اور اللہ تعالیٰ کی رضا میں بالکلیہ مصروف ہو جانا ہے، یعنی اس کا طریقہ تہذیب اخلاق ہے کہ بخل، حسد، ریاء اور کبر، خود نمائی وغیرہ تمام اخلاق ذمیرہ دور ہو کر سخاوت، اخلاص، تواضع، تذلل، عاجزی جملہ اخلاق پسندیدہ حاصل ہو جائیں تاکہ وصول الی اللہ کی استعداد پیدا ہو، اس کے بغیر عبادت کی کثرت بھی زیادہ مفید نہیں ہوتی کیونکہ رذائل کی وجہ سے اعمال ضائع اور ناقص ہو جاتے ہیں، اور چونکہ یہ راستہ (سلوک و احسان) حقیقی سعادت اور بڑی کامیابی کا ہے اس لیے شیطان بھی اس راستہ پر چلنے والوں کی کوششوں کو بیکار کرنے میں پوری محنت سے کام لیتا ہے، اور اس کی تدبیر اس طرح کرتا ہے کہ باطنی اخلاق کی درستی جو ان کا اصل موضوع ہے اس کے خلاف رذائل اور بُری عادتوں میں مبتلا کر دیتا ہے، اور اس کے لیے نظام یہ بناتا ہے کہ ظاہری گناہ سے تقویٰ و پرہیز اور عبادت کی کثرت میں کوئی رکاوٹ پیدا نہیں کرتا لیکن اندر ہی اندر ام الامراض یعنی کبر کو بڑھاتا رہتا ہے جس سے سب کیا کرایا ضائع ہو جاتا ہے، نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اللہ کے راستہ میں ہمہ تن مشغول آدمی ایک عام دنیا دار انسان کے درجہ سے بھی گر جاتا ہے اور وہ مہذب ہونے کی بجائے باطنی رذائل کا مجموعہ بن جاتا ہے کیونکہ مقصود تو بندگی تھی نہ کہ خدائی، اور بندگی کا تقاضا یہ ہے کہ بندہ اپنی عاجزی، ذلت، تواضع و گنہامی میں زیادہ سے زیادہ پختہ ہو، لیکن ہوتا یہ ہے کہ وہ کبر و عجب، حبت جاہ اور شہرت پسندی میں پڑ جاتا ہے، اور ان رذالتوں میں عام دنیا دار آدمی کو بھی مات کر دیتا ہے کیونکہ ظاہری علم و عمل کے دھوکے میں ڈال کر شیطان اسے ان امراض کا احساس ہی نہیں ہونے دیتا اور جب

کبھی معاشرت و معاملات میں اس کے چھپے ہوئے رزائل کا اظہار ہوتا ہے تو دیکھنے والے حیران رہ جاتے ہیں کہ اتنے متقی بزرگ یہ حرکات! اسی لیے عام طور پر اولیاء اللہ کو دیکھا ہے کہ ان کو اس مرض والے متقی سے قلبی طور پر بہت بُعد ہوتا ہے چاہے اُن کو ظاہر شرع کے مطابق شکل و صورت کی بناء پر ان کا احترام بھی کرتے ہوں۔

لہذا جو سعادت مند حضرات وصول الی اللہ کی استعداد حاصل کرنے کے لیے اس راہِ سلوک و معرفت کو اختیار کریں ان کے لیے تہذیب اخلاقی ضروری ہوا، اس بارے میں حضرت امام ربانی مولانا رشید احمد گنگوہی نور اللہ مرقدہ کا ارشاد ہے کہ ”پہلے بزرگ اخلاق سیئہ کو چھڑانے کی محنتیں کیا کرتے تھے تاکہ یہ کام (وصول الی اللہ) آسان ہو جائے، مگر متاخرین خصوصاً ہمارے سلسلہ کے بزرگوں نے یہ طریق پسند کیا کہ ذکر کی اس قدر کثرت کرے کہ یہ اخلاق ذمیمہ ذکر کے نیچے دب جائیں اور ذکر تمام باتوں پر غالب آ جائے“۔

اخلاق سیئہ بہت سے ہیں مگر اکثر نے دس (۱۰) میں محصور کر دیا ہے پھر دسوں کا خلاصہ تکبیر کو بتایا ہے اگر یہ دور ہو جائے تو باقی خود دور ہو جاتے ہیں، مثلاً عجب کیا ہے؟ اپنے کمال کو خدا کی عطا کے بجائے خود اپنا کمال سمجھنا۔ ریاء کا منشاء کیا ہے؟ لوگوں کی نظر میں اپنی بڑائی چاہنا، حُبِ جاہ کیا ہے؟ لوگوں کی تسخیر اور اُن سے اپنی تعظیم کا چاہنا حُبِ مال کا منشاء بھی اپنی بڑائی کا سامان جمع کرنا ہوتا ہے۔ نفع کی باتیں بھی اکثر اپنی شان ہی کے لیے کی جاتی ہیں، اسی طرح غصہ کا منشاء بھی اکثر کبر ہی ہوتا ہے۔ اکثر غصہ میں کہتا ہے کہ تو جانتا نہیں میں کون ہوں، اسی لیے جب کسی سے اپنے کو چھوٹا سمجھتا ہو تو اس پر غصہ نہیں ہوتا، اگر غصہ کا اظہار نہیں ہو سکتا اور بدلہ لینے کا موقع نہیں ملتا تو اس سے دل میں بغض اور حسد پیدا ہو جاتا ہے۔ اس طرح حرص، جھوٹ، بخل، طمع، غیبت اور خوشامد